

پیش لفظ

گورنمنٹ کالج تاریخی حیثیت کا حامل ادارہ ہے جو نوآبادیاتی بر صیر کے عہد سے لے کر موجودہ پاکستان تک زمانے کے عروج و زوال کا چشم دیدگواہ ہے۔ اس تاریخی ادارے نے ملک کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا اور ایسے طلباء پیدا کیے جنہوں نے زندگی کے ہر میدان میں گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کا لوہا منوا ایا۔ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی سے اکتساب فیض حاصل کرنے والوں کے لیے یہ صرف ایک ادارہ نہیں بلکہ ایسا علمی و ادبی گھواہ ہے جس نے نوجوان نسل کی ذہنی و ارتقائی منازل کو اونچ کمال بخشتا۔ اسی لیے اشراق احمد صاحب جو اردو ادب کے ایک روشن و درخشنده ستارے ہیں انہوں نے گورنمنٹ کالج کو درس گاہ کی بجائے درگاہ کہا۔ اس بات کی گہرائی کو وہی شخص بہتر انداز میں سمجھ سکتا ہے جس نے اس فقید المثال ادارے کو نہ صرف قریب سے دیکھا ہو بلکہ اپنی زندگی کے حسین لمحات یہاں بتائے ہوں اور اس عظیم الشان درس گاہ سے اکتساب فیض کا موقع ملا ہو۔

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کے طلباء کو اس درگاہ سے اس حد تک لگاؤ ہے کہ سال آخر کے طلباء و طالبات اس کی راہداریوں میں ادا س پھر تے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ یہاں ہر منظر کو ہمیشہ کے لیے اپنی آنکھوں میں محفوظ کر لیں اور اپنی باقی ماندہ زندگی یہاں بتائی یادوں کے سہارے بس رکر سکیں۔ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کے دو عظیم مینار اس کے ۱۵۸ سالہ عظیم علمی ادبی اور فکری روایت کے آئینہ دار ہیں۔ ان ہی دو عظیم میناروں کے سامنے تلتے ہیں۔ اے آنرز کرنے کے بعد ایک بار پھر سے درگاہ سے اکتساب فیض کا موقع ملا۔ اللہ سبحان و تعالیٰ کے فضل و کرم اور خصوصی عنایت کی بدولت ایم فل اردو میں داخلہ ہوا۔ وقت اتنی تیزی سے گزر اکہ ایم فل میں داخلہ ہونا کل کی ہی بات معلوم ہوتی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کے مدد سے آج ایم فل اردو کا مقالہ پائیہ تکمیل کو پہنچا۔

موضوع کے انتخاب کے وقت میری گرمان مقالہ اور ہر دلعزیز استاد محترمہ ڈاکٹر نسیمہ رحمان صاحبہ نے میری دلچسپی کو دیکھتے ہوئے مجھے غلام عباس کے انسانوں پر چیزوں کے اثرات تفویض کیا جو کہ میرے لیے نیا ضرور تھا لیکن دلچسپی سے خالی نہ تھا۔

زیر نظر مقالہ تین ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب ”غلام عباس حیات و ادبی خدمات“ کے نام سے ہے۔ اس باب میں غلام عباس کے حالات زندگی، ان کی تصانیف اور ان کی ادبی خدمات کے ساتھ ساتھ ان کے فن پرحتی المقدور روشنی

ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسرے باب کا عنوان ”چیخوف حیات و ادبی خدمات“ ہے۔ اس باب میں نہ صرف روس کے بلکہ دنیا کے ادب کے مایہ ناز ادیب ان توں چیخوف کی زندگی کے حالات و واقعات اور ادب کے لیے کی گئی خدمت کو بیان کیا گیا ہے اور ان کے فن کو سمجھنے کی ادنی سی کوشش کی گئی ہے۔ پہلے اور دوسرے باب میں ان دونوں ادیبوں کے حالات زندگی اس لیے پیش کیے گئے ہیں کیونکہ کسی بھی ادیب کو اچھے سے سمجھنے لے لیے پہلے اس کے ماضی کے حالات و واقعات سے روشناس ہونا ضروری ہے۔ ان دونوں ادیبوں کی افسانہ نگاری میں ہمیں ایسے بہت سے افسانے ملتے ہیں جن کے موضوعات انہوں نے اپنی زندگی میں پیش آنے والے واقعات سے اخذ کیے گئے ہیں اس لیے ان ابواب میں ان کی زندگی کے حالات کو مختصر مگر جامع انداز میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ تیسرا اور آخری باب ”غلام عباس پر چیخوف کے اثرات“ میں ان دونوں ادیبوں میں پائی جانے والی مماثلوں، چیخوف کی افسانہ نگاری سے غلام عباس نے کتنا اثر قبول کیا اس کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آخر میں محاکمه کی صورت تمام ابواب کا لب لباب پیش کیا گیا ہے۔

انسان چونکہ خطا کا پتلا ہے اور غلطیاں اور کوتا ہیاں سب سے ہی سرزد ہوتی ہیں اور بحثیت انسان مجھ سے بھی اس مقاولے میں کمیاں اور کوتا ہیاں رہی ہوں گی۔ ان غلطیوں اور کوتا ہیوں کے لیے میں پیشگی مغدرت کرتی ہوں۔ میں نے حالت یہاری میں ہونے کے باوجود ہر ممکن کوشش کی کہ اس مقاولے کو اس انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچاؤں جس انداز میں میری نگران مقالہ ڈاکٹر نسیمہ رحمان صاحبہ نے راہنمائی کی۔

مقاولے کی تکمیل پر میں سب سے پہلے مالک دو جہاں، خدائے بزرگ و برتر، اللہ رب العزت کی شکرگزار ہوں کے انہوں نے مجھنا چیز پر اتنی کرم نوازی کی اور گورنمنٹ کا لج جیسی قدیم اور عظیم الشان درس گاہ سے فیض پانے کا موقع عطا کیا۔ اللہ رب العزت کی نصرت کی بدولت ہی یہ مقالہ آج تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کے بعد میں نبی آخر از ماں، سردار الانبیاء، خاتم النبین، وجہ تخلیق کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا شکر یہ کیونکہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو کائنات بھی تخلیق نہ ہوتی۔

کچھ افراد کا دل سے شکر یہ ادا کرنا مجھ پر فرض ہے جن میں سب سے پہلے میں اپنی نگران مقالہ ڈاکٹر نسیمہ رحمان صاحبہ کی شکرگزار ہوں جنہوں نے جہاں مقاولے کے حوالے سے بھر پور راہنمائی تو کی ہی ساتھ ہی ساتھ مقاولے کی تکمیل کی راہ میں آنے والی مشکلات سے نہ صرف نیٹ ناسکھا یا بلکہ مشکل کی ہر گھری میں سائبان کی مانند ہم پر سایہ کیے رکھا۔ میرے لیے ایسے شفیق استاد سے جو اپنے شاگردوں کو اپنے بچوں کی طرح چاہتا ہو، ایسے استاد سے پڑھنا کسی سعادت مندی سے کم